



امام احمد رضا اور فن اسماء الرجال



مقالہ نگار

مفتی سراج احمد قادری مصباحی (سیتا مڑھی: بہار)

حضرت مولانا مفتی سراج احمد قادری مصباحی بن عبد الحلیم صاحب ۸ ستمبر ۱۹۹۲ء کو سیتا مڑھی (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقائی مدارس میں پائی۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں شعبہ فضیلت کی سند و دستار حاصل کی، پھر دو سال تک جامعہ اشرفیہ میں شعبہ تحقیق فی الحدیث کی تکمیل اور افتا کی تربیت پا کر ۲۰۱۶ء میں فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم شاہ عالم (احمد آباد: گجرات) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ متعدد عربی کتابوں کے اردو تراجم کیے۔ متعدد کتابوں میں تحقیق و تخریج اور حاشیہ نگاری کی خدمت انجام دی۔ متعدد کتابیں تالیف فرمائی۔ مختلف موضوعات پر مضامین و مقالات کی تعداد بھی قریباً ایک درجن ہے۔

رابطہ نمبر: 6355155781

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امام احمد رضا اور فن اسماء الرجال

فن اسماء الرجال کی تعریف:

یہ وہ علم ہے جس کے اندر رجال حدیث و راویان حدیث کے احوال و کوائف مثلاً حسب و نسب، علم و فضل، حفظ و ذکاوت، ثقہ و غیر ثقہ، پیدائش و وفات، اسفار و رحلات و غیرہ کے متعلق بحث ہوتی ہے اور پھر راویوں کے مراتب اور احادیث کی صحت و ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

فن اسماء الرجال کی تعریف علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”التعريف بالوقت الذي تضبط به الاحوال في المواليذ والوفيات، ويلتحق به ما يتفق من الحوادث والوقائع التي ينشأ عنها معان حسنة من تعديل وتجريح ونحو ذلك“

(فتح المغیث، ج: ۴، ص: ۳۰۹، دار الامام الطبری)

ترجمہ: اس وقت کی معرفت کا نام تاریخ ہے جس کے ساتھ ولادت و وفات کے حوالے سے احوال ضبط کیے جاتے ہیں اور اس سے ملحق وہ واقعات و حوادث بھی ہیں جن سے عدالت و جرح اور کوئی خوبی ظاہر ہو۔

فن اسماء الرجال کا موضوع:

ڈاکٹر محمد الصباغ اپنی کتاب ”الحدیث النبوی مصطلحہ“، بلاغیہ، کتبہ“ میں اس فن کے موضوع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”و موضوعه البحث في رواة الحديث وتاريخهم وكل ما يتعلق بشؤونهم ونشأتهم وشيوخهم وتلامذتهم ورحلاتهم ومن اجتماعوا به أو من لم يجتمعوا به من اهل عصرهم، و مركزهم العلمي“

في عصرهم وعاداتهم وطبائعهم وأخلاقهم، وشهادة عارفهم لهم أو عليهم، وسائر ما له صلة بتكوين الثقة والحكم عليهم جرحاً أو تعديلاً“.

(محمد الصباغ، الحدیث النبوی مصطلحہ، بلاغیہ، کتبہ، ص: ۱۹۲، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ: اس علم کا موضوع راویان حدیث، ان کی تاریخ ہر وہ امور جو ان کی زندگی کے نشیب و فراز سے متعلق ہو، ان کے شیوخ، تلامذہ، اسفار علمیہ، ان کے زمانے میں سے کسی کا اتفاق کرنا یا نہ کرنا، ان کے زمانے میں ان کا علمی مرکز، عادات و اخلاق و طبائع اور محدثین کا ان کے حق یا ان کے خلاف میں شہادۃ اور ہر اس وصف سے بحث کرنا ہے کہ جس کا ان کی ثقاہت یا مجروح و عادل ہونے سے متعلق ہو۔

فن اسماء الرجال کی غرض و غایت:

یہ ہے کہ حدیث کے راویوں کے احوال کی تحقیق و تفتیش کی جائے کہ وہ قابل اعتماد ہے یا نہیں اگر لائق اعتبار ہے تو اس سے حدیث لے لی جائے ورنہ اسے ترک کر دیا جائے۔ ہمارے دین کے بنیادی احکام کا مدار قرآن کے بعد یہی حدیث رسول ﷺ ہے اگر ہم نے راویوں کی چھان بین نہ کی اور جس سے چاہا اس سے روایت قبول کر لی تو ممکن ہے کہ ہمارے دین میں وہ باتیں بھی شامل ہو جائیں گی جن کی کوئی اصل نہیں اور پھر دین میں اصل و بے اصل امور داخل ہو جائیں گے نتیجہ کے طور پر دین کے اندر فساد و بگاڑ کا خدشہ کیا جانے لگے گا۔

فن اسماء الرجال کی تاریخ:

حاصل ہوئی جسے محدثین کے عرف میں ”فن اسماء الرجال و فن جرح و تعدیل“ کہا جانے لگا۔

رجال حدیث کا علم علوم حدیث کے اہم علوم سے ہے اس لیے کہ علم حدیث میں متن و سند سے بحث ہوتی ہے اور سند میں مذکور لوگ ہی رجال حدیث کہلاتے ہیں اس لیے اس فن کے ماہرین نے اس علم کا کافی اہتمام فرمایا ہے۔ اسانید پر کلام، راویوں کے حالات زندگی کی تحقیق و تفتیش اور ان پر جرح و تعدیل کے اعتبار سے حکم لگانے کا کام بھی شروع ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس فن کا آغاز کب سے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فن کا آغاز صحابہ کرام کے زمانے سے ہی ہو چکا تھا روایت لینے کے وقت یہ دیکھا جاتا تھا کہ روایت کرنے والا اہل سنت سے ہے یا اہل بدعت سے اگر اہل سنت سے ہوتا تو اس کی روایت قبول کر لی جاتی اور اگر اہل بدعت سے ہوتا تو قابل رد قرار دیا جاتا۔ جیسا کہ حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لم یکنوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سمو الناس رجالکم فی نظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثہم وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثہم“ (مقدمہ صحیح مسلم ص: ۱۱)

لوگ پہلے سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے مگر جب فتنہ (شہادت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رونما ہوا تو لوگوں نے کہا: ہم سے اپنے رجال کے نام بتائیے تو اگر رجال حدیث اہل سنت سے نظر آتے تو ان کی حدیث لی جاتی اور اگر اہل بدعت سے ہوتے تو ان کی روایت کی ہوئی حدیث نہیں لی جاتی۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ اس فن کا آغاز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے ہی ہو چکا تھا کیوں کہ عبارت ”الفتنة“ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے۔ جب کہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس فن کا آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے شروع

نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال و تقریرات کی حفاظت و صیانت کرنا مسلمانوں کے اہم دینی فرائض سے ہے، کیوں کہ کتاب اللہ کے بعد احکام شرعیہ کی دوسری اصل اور بنیاد حدیث رسول ﷺ ہی ہے، اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے اصحاب رسول ﷺ کو چنا، انھوں نے کلمات نبویہ کو اپنے قوی حافظوں اور محکم سینوں میں محفوظ رکھا اور امانت و دیانت کے ساتھ بعد والوں کو یہ گراں قدر امانت، جلیل الشان ذخیرہ اور اہم علمی سرمایہ سپرد فرمایا۔

حدیث کو روایت کرنے والے جب تک صحابہ کرام تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر جب افتراق و انتشار رونما ہوئے اور فتنے، فسادات عام ہوئے، اختلاف و انتشار و بدعات کا آغاز ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرف غلط باتیں منسوب ہونے لگی، ضعفاء کی تعداد میں اضافہ، اسباب ضعف میں تنوع، دروغ گوئی کی کثرت ہوئی تو کچھ ہوس پرستوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لیے اس اہم علمی سرمایہ میں رد و بدل اور تحریف کی ناپاک کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کا تعلق اسلام سے کمزور کر کے اسلام کو نیست و نابود کر دیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان علمی و دینی سرمایہ کی نگہداشت کے لیے ایسے اسباب و وسائل مہیا فرمایا کہ ان کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں اور ان کی ساری آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔

چنانچہ ایسے ائمہ جرح و تعدیل پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی جفاکش اور جہد پیہم محنت سے اس عظیم سرمائے کی ایسی حفاظت فرمائی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا، راویان حدیث کے احوال و کوائف کو چانچنے کے لیے اصول مقرر کئے اور ان پر نقد و جرح کے لیے ایک معیار قائم کیا جس کے ذریعہ صحیح، ضعیف، اصل اور بے اصل روایتوں میں فرق کیا جاسکے اور خواہش پرستوں کی ہوس پرستی کا دروازہ بند کیا جاسکے، پھر رفتہ رفتہ اسے ایک فن کی حیثیت

- (۶) سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ)
- (۷) یحییٰ بن سعید قطان (م ۱۹۸ھ)
- (۸) محمد بن سعد کاتب واقدی (م ۲۳۰ھ)
- (۹) یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ)
- (۱۰) علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ)
- (۱۱) احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)
- (۱۲) محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)
- (۱۳) مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ)
- (۱۴) احمد بن عبد اللہ حنبل (م ۲۶۱ھ)
- (۱۵) ابو زرہ عبد الکریم رازی (م ۲۶۴ھ)
- (۱۶) ابو حاتم محمد بن ادريس رازی (م ۲۷۷ھ)
- (۱۷) ابو عبد الرحمن نسائی (م ۳۰۳ھ)
- (۱۸) ابن ابی حاتم رازی (م ۳۲۷ھ)
- (۱۹) ابو حاتم محمد بن حبان بستی (م ۳۵۴ھ)
- (۲۰) ابو احمد بن عدی (م ۳۶۵ھ)
- (۲۱) ابو الحسن دارقطنی (م ۳۸۵ھ)
- (۲۲) ابو عبد اللہ حاکم (م ۴۰۵ھ)
- (۲۳) ابو بکر بیہقی (م ۴۵۸ھ)
- (۲۴) خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)
- (۲۵) ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ)
- (۲۶) ابو القاسم ابن عساکر (م ۵۷۱ھ)
- (۲۷) ابن جوزی (م ۵۹۷ھ)
- (۲۸) عبد الغنی مقدسی (م ۶۰۰ھ)
- (۲۹) ابو عمرو بن الصلاح (م ۶۴۳ھ)
- (۳۰) ابو حجاج مزنی (م ۷۴۲ھ)
- (۳۱) ابو عبد اللہ ذہبی (م ۷۴۸ھ)
- (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)
- (۳۳) بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ)۔

ہوا۔ اس روایت کا مفہوم یہ ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ حضرت موسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تشریف لائے، خوفزدہ لگ رہے تھے، فرمایا: میں نے حضرت عمر کی بارگاہ میں تین مرتبہ جانے کی اجازت چاہی پر مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں لوٹ آیا، لوٹ ہی رہا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ کس بات نے تمہیں روک رکھا ہے میں نے کہا تین بار اجازت طلب کی لیکن مجھے اجازت نہ ملی اس لیے میں واپس ہو گیا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا: قسم بخدا اس پر بیٹہ قائم کرو کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو۔ ابی بن کعب نے کہا قسم بخدا تمہارے ساتھ وہی کھڑا ہوگا جو قوم میں سب سے کم سن ہے، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں ہی سب سے کم عمر والا تھا میں ان کے ساتھ اٹھا اور حضرت عمر کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا۔ (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری کتاب الاستئذان، ص: ۹۲۳، ج: ۲، مجلس برکات)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: فأول من فتش عن الرجال وبحث عن النقل في الاخبار عمر بن الخطاب و ابو موسى اشعري. (مقدمہ البحر و جین، ج: ۱، ص: ۳۸) سب سے پہلے ﷺ رجال کے بارے میں تفتیش اور روایت احادیث میں تحقیق حضرت عمر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کی ہے۔

فن اسماء الرجال کے ماہرین:

- فن کے چند مشہور ماہرین درج ذیل ہیں:
- (۱) اوزاعی عبد الرحمن بن عمرو (م ۱۵۷ھ)
- (۲) شعبہ بن حجاج (م ۱۶۰ھ)
- (۳) سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ)
- (۴) عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)
- (۵) وکیع بن جراح (م ۱۹۷ھ)

مدینہ (۱۵) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ابن جوزی (۱۶) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام امام ذہبی۔

اعلیٰ حضرت اور فن اسماء الرجال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی چودھویں صدی کی اس عظیم ترین علمی، اور عبقری شخصیت کا نام ہے کہ جن کی نظر عمیق اور روشن نگاہ پچاس سے زائد علوم و فنون کو حاوی تھی۔ آپ علم تفسیر، اصول تفسیر، رسم خط قرآن، حدیث، اسانید حدیث، اصول حدیث، تخریج حدیث، جرح و تعدیل، اسماء الرجال، لغت حدیث، فقہ، اصول فقہ، رسم المفتی، فرائض تجوید، عقائد و کلام، مناظرہ، فضائل، سیر، مناقب، تاریخ، تصوف، سلوک، ادب، نحو، صرف، لغت، عروض، تعبیر، اوفاق، تفسیر، جفر وغیرہ علوم و فنون کے جامع تھے۔

لیکن ان سب علوم و فنون میں آپ کی علمی اور فنی تحقیقات سے قطع نظر ہم اس مقالے میں فن اسماء الرجال کے حوالے سے گفتگو کریں گے اور اس بات کا ثبوت فراہم کریں گے کہ واقعی بلا شک و شبہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم فقیہ، مدبر، مفکر کے ساتھ ساتھ ایک عظیم محدث اور فن اسماء الرجال میں زبردست مہارت بھی رکھتے تھے، آپ علم حدیث اور فن اسماء الرجال میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔

فن میں مہارت کا علمائے ملت کا اعتراف:

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھو علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علم حدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زرد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ مادیت تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریباً تقریباً اور تہذیب التہذیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ سارے ماہرین کا تذکرہ کیا جائے البتہ ہم نے چند مشہور ماہرین کو ذکر کر دیا ہے۔ ان ماہرین کا تفصیلی خاکہ جاننے کے لیے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الاعلان بالتوخیخ لمن ذم التاريخ“، حاجی خلیفہ کی کتاب ”كشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون“، علامہ کتانی کی کتاب ”الرسالة المستطرفة“ کا مطالعہ کیا جائے۔

محمد بن الصباغ اپنی کتاب میں چند ماہرین کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

”ومن الذين اشتغلوا بهذا العلم البخاري والخطيب البغدادي والحافظ المزي والحافظ الذهبي والحافظ ابن حجر“ (محمد الصباغ، الحدیث النبوی مصطلحہ، بلاغیہ، کتبہ، ص: ۱۹۳، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۱ھ)

فن کی اہم کتابوں کا اجمالی تذکرہ: (۱) تاریخ کبیر امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲) کتاب الجرح والتعدیل امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابو محمد بن ابی حاتم الرازی (۳) کتاب الکامل فی اسماء الرجال امام عبدالغنی بن عبد الواحد مقدسی (۴) الکامل فی ضعفاء الرجال امام عبداللہ بن عدی الجرجانی (۵) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال امام یوسف بن الزکی المزی۔ یہ کتاب عبدالغنی مقدسی کی کتاب الکمال فی اسماء الرجال کی تہذیب ہے (۶) میزان الاعتدال امام محمد بن احمد الذہبی (۷) تہذیب التہذیب امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ یہ یوسف المزی کی تہذیب کی تہذیب ہے ابن حجر عسقلانی نے اصل کتاب کا مختصر خلاصہ بھی لکھا جو تقریباً تہذیب کے نام سے مشہور ہے۔ (۸) لسان المیزان امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۹) (۱۰) البدایہ والنہایہ ابن کثیر (۱۱) سیر اعلام النبلاء امام ذہبی (۱۲) تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی (۱۳) طبقات الحفاظ امام سیوطی (۱۴) الجواہر المضمیہ فی طبقات الحنفیہ ابو محمد عبدالقادر بن ابوالوفا محمد بن محمد بن نصر قریشی مصری (۱۵) تاریخ امام علی بن

محمد بن اسحاق کے متعلق افادات:
۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فتویٰ تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے دلائل و براہین سے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ کے دن اذان خطبہ خارج مسجد نمبر کے سامنے دی جائے اور اس کے ثبوت میں آپ نے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث بھی نقل فرمائی جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان خطبہ عہد رسالت میں مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی۔

(سنن ابی داؤد، ص: ۱۵۵، ج: ۱، باب النداء یوم الجمعہ، مجلس برکات)

سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کے اس فتویٰ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ساقط الاعتبار، ناقابل عمل ہے وجہ صرف یہ کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جن پر رافضی ہونے کے تہمت ہے لہذا حدیث غیر معتبر اور یہ فتویٰ ناقابل تسلیم۔

امام احمد رضا نے مخالفین کی اس افترا پر دازی اور بے اصل و بے بنیاد باتوں کی عقدہ کشائی کے لیے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ”شائم العین فی آداب النداء امام المنبر“ ہے آپ نے اس کتاب کے اندر محمد بن اسحاق پر جو جرح کی گئی تھی اس کا ردِ مبلغ فرمایا اور ان کی تعدیل و توثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ ذیل میں کچھ اقتباسات پیش کیئے جا رہے ہیں پڑھئے اور امام احمد رضا کی حدیث دانی، راویان حدیث پر عمیق نظری اور فن اسماء الرجال میں مہارت کا اندازہ لگائیے۔

”محمد بن اسحاق ثقة صدوق امام قال شعبة وابو زرعة والذهبی و ابن حجر: صدوق وقال الامام ابن المبارک انا وجدنا ہ صدوقا، انا وجدنا ہ صدوقا، انا وجدنا ہ صدوقا“

(علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ص: ۵۰۷، ج

۔ یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحییٰ کے طبقہ واستاذ و شاگرد کا نام بتا دیا تو اس فن کے خود اعلیٰ حضرت موجود تھے کہ طبقہ و اسماء سے بتا دیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علم مطالعہ کی وسعت اور خدا داد علمی کرامت۔ (محمد شین عظام حیات و خدمات، ص: ۶۷، بحوالہ خطبہ صدارت، ناگپور، ۱۳۷۹ھ)

صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت علم حدیث میں فرد تھے اپنا ہمتا نہ رکھتے تھے اور علم رجال میں ان کو وہ دست گاہ حاصل تھی کی ایک ایک راوی حالات نو ک زبان پر تھے اور معنی میں بحث ناسخ و منسوخ کی تمیز یہ تو ان کا خاص فن تھا (ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۷ء ص: ۳۴)

فقہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مجددین و ملت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سے علوم فنون کے ساتھ حدیث شریف میں بھی بصیرت کاملہ اور مہارت تامہ حاصل تھی۔ (جامع الاحادیث ج ۱، ص: ۲۴، مقدمہ)

رئیس القلم علامہ مولانا محمد عبدالکحیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پاک ہند کے فقہا اور محدثین میں علم و تحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو ہمالہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس قدر جامع العلوم، وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور متبحران کے دور سے لیکر آج تک کوئی دوسرا عالم نظر نہیں آتا۔ طرق حدیث، مراتب احادیث، اسماء الرجال، فقہ کے متون، شروح اور حواشی پر ان کی نظر اتنی وسیع ہے کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے بڑے بڑے علما حیران رہ جاتے ہیں (جامع الاحادیث ج

۱، ص: ۲۶، مقدمہ)

۳: موسسة الرسالة، بیروت) امام علی بن المدینی نے کہا: کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔

وقال سفیان بن عیینة: "جالست ابن اسحاق

منذ بضع سنین وسبعین سنة وما یتهمه احدمن اهل المدينة ولا یقول فیہ شیئاً، (علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ص: ۵۰۵، ج: ۳، موسسة الرسالة، بیروت)

حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں: میں ستر سال سے زیادہ ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا، نہ ان پر کچھ تنقید کی۔

وقال ابو معاوية: كان اسحق من احفظ الناس، (تہذیب التہذیب، ص: ۵۰۴، ج: ۳، موسسة الرسالة، بیروت)

امام ابو معاویہ نے فرمایا: ابن اسحاق لوگوں میں سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔

وقال الامام ابن معین: "اللیث بن سعد اثبت فی یزید بن ابی حبیب من محمد بن اسحاق"

(میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۴۷۳، دار المعرفہ، بیروت) اور امام ابن معین نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب سے روایت کرنے والوں میں لیث بن سعد ابن اسحاق سے زیادہ ثبت ہے۔

قلت ویزید هذا كما قال ابن یونس روى عنه الا كابر من اهل مصر، قلت كعمرو بن الحارث، وحويلة بن شريح، وسعيد بن ابی ایوب، واللیث بن سعد نفسه کلهم ثقات، اثبات، اجلاء، ویحی بن ایوب الغافقی صدوق، خمستهم من رجال الشیخین وعبدالله بن لهیعة صدوق حسن الحدیث علی ما استقر الامر علیه

وعبد الله بن عیاش كلاهما من رجال مسلم ومن غیرهم سلیمان التیمی البصری ویزید بن

وقال ابن عدی: لم یتخلف فی الروایة عنه الثقات والائمة ولا بأس به.

(امام ذہبی، میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۴۷۴، دار المعرفہ، بیروت) ابن عدی نے کہا: آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

"وقال علی ابن المدینی: ما رأیت احدا یتهم ابن اسحاق،"

(تہذیب التہذیب، ص: ۵۰۵، ج: ۳، موسسة الرسالة، بیروت)

کہتے ہیں؟ تو حضرت شعبہ نے فرمایا: ان کی حفظ کی وجہ سے دوسری روایت میں ہے: محدثین میں سے اگر کوئی سردار ہو سکتا ہے تو وہ محمد بن اسحاق ہیں۔

وقال علي بن المديني: مدار حديث رسول الله ﷺ على ستة فذكرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثنى عشر فذكر ابن اسحاق فيهم“۔ (تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۶، موسسة الرسالۃ، بیروت) علی بن المدینی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں۔ پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہوئیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں۔

وقال الامام الزهري: ”لا يزال بالمدينة علم جسم ما كان فيها ابن اسحاق“ (تہذیب الکمال، ج: ۱۶، ص: ۷۴، دارالفکر، بیروت) امام زہری فرماتے ہیں: مدینہ مجمع العلوم رہے گا جب تک یہاں محمد بن اسحاق رہیں گے۔

”وقد كان يتلقف المغازی من ابن اسحاق مع انه شيخه وشيخه الدنيا في الحديث“ (تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۵، موسسة الرسالۃ، بیروت) آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسا کرتے تھے باوجودیکہ آپ حدیث میں ان کے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

وقال شيخ الآخر عاصم بن عمر بن قتاده: ”لا يزال في الناس علم ما بقي محمد بن اسحاق“ (تہذیب الکمال، ج: ۱۶، ص: ۷۴، دارالفکر، بیروت) ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں دنیا میں تمام علوم باقی رہیں گے۔

وقال عبد الله بن فائد: ”كنا نجلس الى ابن اسحاق فاذا اخذنا في فن من العلم ذهب المجلس

ابى انيسية ثقتان من رجال الصحيحين وعبد الحميد بن جعفر المدني الصدوق من رجال مسلم واخرون كثيرون، ففى هذا تفضيل لابن اسحاق عليهم جميعا.

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علمائے مصر نے روایت کی جیسے عمرو بن حارث، جلیو بن شریح، سعید بن ابی ایوب اور خولید بن سعد۔ یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پانچویں یحییٰ بن ایوب غافقی صدوق ہیں اور یہ پانچوں رجال شیعین میں سے ہیں۔ عبد اللہ بن لہیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہے ان کے بارے میں ائمہ حدیث کی رائے اسی امر پر مستقر ہوئی اور عبد اللہ بن عیاش یہ دونوں مسلم کی راویوں میں سے ہیں ان کے علاوہ سلیمان تمیمی بصری، زید بن ابی انیسہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں اور عبد الحمید بن جعفر مدنی صدوق رجال مسلم میں سے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق ان سب سے افضل ہیں۔

وقال الامام شعبه: ”لو كان لى سلطان لا مرت ابن اسحاق على المحدثين“ (میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۴۷۳، دارالمعرفۃ، بیروت) امام شعبہ نے فرمایا: میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا۔

وقال ايضا: ”محمد بن اسحاق امير المؤمنين فى الحديث“ (تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۶، موسسة الرسالۃ، بیروت) اور فرمایا کہ محمد بن اسحاق امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

وفى رواية عنه قيل له لم قال لحفظه وفي اخرى عنه لو سوّد احد فى الحديث لسود محمد بن اسحاق“ (تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۶، موسسة الرسالۃ، بیروت) ایک روایت میں کہ کسی نے ان سے پوچھا آپ ایسا کیوں

بذلک الفن“

فی ثقته و حسن حدیثہ“

(میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۴۷۲، دار المعرفۃ، بیروت)
عبداللہ بن فائد نے کہا: ہم لوگ ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تھے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی۔

(تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت) حضرت ابن البرقی نے فرمایا: علم حدیث والوں میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث، حدیث حسن ہے۔

وقال ابن حبان: "لم یکن احد با لمدينة یقارب ابن اسحاق فی علمه ولا یوازیہ فی جمعه وهو من احسن الناس سباقا لخبار"

وقال الحاکم عن البوشنجی: "شیخ البخاری هو عندنا ثقة"

(تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابن حبان نے کہا: مدینہ میں کوئی علمی مجلس حدیث کی ہو یا دیگر علوم و فنون کی ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔

اور حاکم نے بوشنجی شیخ بخاری سے روایت کی کہ ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

وقال ابو یعلیٰ الخلیل: "محمد بن اسحاق عالم کبیر واسع الروایۃ والعلم ثقہ"

وقال المحقق فی فتح القدر: "اما ابن اسحاق فثقة لا شبهة عندنا فی ذلک ولا عند محققى المحدثین"

(تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۵۰۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(فتح القدر، ج: ۱، ص: ۳۷۰، کتاب الصلاة، باب صلوة الوتر نور یہ رضویہ سکھر)

ابو یعلیٰ خلیل نے فرمایا: محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے۔ روایت میں وسیع العلم اور ثقہ تھے۔

یعنی محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا: ابن اسحاق ثقہ ہیں۔ اس میں نہ ہمیں شبہ ہے نہ محققین محدثین کو شبہ ہے۔

وكذلك قال یحییٰ بن معین و یحییٰ بن یحییٰ و علی بن عبد اللہ (هو ابن المدینی شیخ البخاری) و أحمد العجلی و محمد بن سعد و غیر ہم: ان محمد بن اسحاق ثقة.

اوراق سابقہ سے یہ واضح ہو گیا کہ سیدنا امام احمد رضا نے شہادتیں ایسی پیش فرمائیں جن میں اکابر ائمہ نے امام محمد بن اسحاق کی نہ صرف تعدیل و توثیق فرمائی بلکہ آپ پر کیے گئے طعن و تشنیع کا رد بلیغ بھی فرمایا، ان شہادتوں میں غور و فکر کرنے سے نہ صرف امام محمد بن اسحاق کی توثیق کے روشن جلوے نظر آتے ہیں بلکہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی جلالت، فنی مہارت اور اسماء الرجال میں دستگاہ تام خوب واضح ہو جاتی ہے۔

(میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۵۷۵، دار المعرفۃ، بیروت)
اسی طرح یحییٰ بن معین، یحییٰ بن یحییٰ، علی بن عبد اللہ المدینی استاد امام بخاری، احمد عجلی، محمد بن سعد وغیرہ نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔

رسالہ حاجز المحرمین سے کچھ مثالیں:

وقال ابن البرقی: لم ار اهل الحدیث یختلفون

☆ سفر کی حالت میں احناف کے نزدیک ظہر و عصر، مغرب و عشا کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں جب کہ عرفہ اور مزدلفہ میں

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذہم اللہ تعالیٰ جمعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جاننے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں، خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا، حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا، بلکہ جو صرف امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہ کہتے، حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنت کا تھا، اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا، بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے، حالانکہ یہ محض سنیت ہے، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس۔

حیث قال: محمد بن فضیل بن غزوان، المحدث الحافظ، كان من علماء هذا الشأن، وثقه يحيى بن معين، وقال احمد: حسن الحديث، شيعي. قلت: كان متولياً فقط. (امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۲۹۰، فی ترجمۃ محمد بن فضیل، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن) چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علما میں سے تھا۔ یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا: صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا۔

رابعاً: ذرا رواة صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے، ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا: ”کتاب مسلم ملان من الشيعة“ دور کیوں جائے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی

ان نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر سکتے ہیں۔ غیر مقلدین کے شیخ میاں نذیر حسین دہلوی نے کہا کہ عرفہ و مزدلفہ کی کوئی تخصیص نہیں عرفہ و مزدلفہ کے علاوہ بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں (جمع حقیقی کے طور پر) پڑھ سکتے ہیں، اور اس نے اس کے ثبوت میں ایک کتاب ”معیار الحق“ لکھا اس کے اندر اس نے احناف کی مستدل احادیث کو رد کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے عد میں ایک کتاب ”حاجز المحرین“ تحریر فرمائی، آپ نے اس کتاب میں میاں نذیر حسین کی ذہنی اختراعات اور باطل مزعوامات کی اس طرح دھجیاں اڑائی کہ اس کی ساری حدیث دانی اور دعویٰ محدثی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ پوری کتاب اسماء الرجال، جرح و تعدیل اور تحقیقات و تدقیقات کا عظیم ذخیرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب میں میاں نذیر کی اصول حدیث سے ناواقفی، اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط سے عدم واقفیت کو ظاہر کرنے کے لیے چند لطائف ذکر کیے ہیں، ان میں سے چند لطائف ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ (۱) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔ اقول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً: امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ کہا، امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی۔

تشیع اور رافضی کا فرق:

ثالثاً: یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب رافضی ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع، ملاجی کو بایں سال خوردی و دعویٰ محدثی، آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع و رافضی میں کتنا فرق ہے۔

خامساً: باوصف ثقة ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہوتو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجیے، یا اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقة لا طعن فیہ (میزان الاعتدال، فی ترجمہ بشر بن بکر، ص: ۳۱۴، ج: ۱، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان) ولید بن قاسم یا ولید بن مسلم:

لطیفہ: ۴: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی۔ کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبارنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث۔ (سنن نسائی، ص: ۹۹، ج: ۱، الوقت الذی تجتمع فیہ المسافر) ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدر متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم وائمه ثقات و حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود۔ ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحتاً حدیث ابن جابر قال حدیثی نافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی، أحد الاعلام وعالم أهل الشام. له مصنفات حسنة، قال احمد: ما رأيت في الشاميين أعقل منه. وقال ابن المدینی: عنده علم كثير. قال ابو مسهر: الولید مدلس، قلت اذا قال الولید عن ابن جریج او عن الاوزاعی فلیس بمعتمد لانه یدلس عن کذابین، فاذا

صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خامساً: اس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابو داؤد نے ذکر کر دی اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا۔ و لکن الجهلة لا یعلمون۔ اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملا جی نے نقل میں عارف اڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ: ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ڈال گئے کہ تعلق ہے اور تعلق حجت نہیں، اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھئے کہ ابو داؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدیثنا ابراهیم ابن موسیٰ الرازی اناعیسی عن ابن جابر فرما کر موصول کر دیا ہے و لکن النجدیة لا یبصرون۔

بشر ابن بکر پر کلام:

لطیفہ: ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے۔ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی تقریب۔

اقول اولاً: ذرا شرم ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانی: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔ (تقریب التہذیب، ترجمہ بشر بن بکر التنیسی، ص: ۴۴، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالا)

ثالثاً: محدث جی تقریب میں ثقة یغرب ہے (المرجع السابق) کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو!

قال حدثنا فهو حجة اه ملخصا۔ (میزان الاعتدال، فی ترجمہ ولید بن مسلم، ص: ۳۲۷-۳۲۸، ج: ۴، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت) ولید بن مسلم ابوالعباس دمشقی، بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک شام کا عالم ہیں، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں، احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقلمند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا: جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابل اعتماد نہیں ہے، لیکن جب حدیث کہے تو مستند ہے۔ اھ ملخصا

ثانیاً: بغرض غلط ابن قاسم ہی صحیح پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی، ان سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث لکھو، ابن عدی نے کہا: اذا روی عن ثقة فلا بأس به۔ (الکامل لابن عدی، فی ترجمہ ولید بن قاسم) (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً: ذرا روایت صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق متخطی بلکہ اس سے زائد کہا ہے، کیا تم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے۔

رابعاً: صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں صدوق متخطی (تقریب التہذیب، فی ترجمہ ابن حسان الواسطی، ص: ۶۸، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ گوجرا نوالا) پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا کہ خلطہ ابن مندة بالذی قبلہ فوہم، وھذا ضعیف۔ (المرجع السابق)

ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ یہ ضعیف ہے۔ دیکھو! صاف بتا دیا کہ جسے صدوق متخطی کہا وہ ضعیف نہیں، ملا جی اپنی جہالت سے مردود وواہیات گارہے ہیں۔

لطیفہ: ۵: حدیث صحیح نسائی و طحاوی و عیسیٰ بن ابان بطریق عطف عن نافع کو عطف سے معلول کیا کہ وہ وہی ہے کہا تقریب

میں صدوق یحکم۔

اقول اولاً: عطف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا، وکفی بھما قدوة میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔

ثانیاً: کسی سے پڑھو کہ وہی اور صدوق یحکم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً: صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہی ان میں کس قدر ہیں۔

رابعاً: بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین ان میں کوئی بھی درجہ سکوت میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوہابیة قوم بیجھلون۔

اسامہ بن زید عدوی یا اسامہ بن زید لیشی:

لطیفہ: ۶: آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدیثنا فھد ثنا الحماني ثنا ابن المبارک عن اسامة بن زید اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیشی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ ہے (میزان الاعتدال، ص: ۱۷۴، ج: ۱، دار المعرفہ بیروت) ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاء تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حماني حافظ کبیر یحییٰ بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجو انہ لا باس بہ (میزان الاعتدال، ص: ۳۹۲، ج: ۴، دار المعرفہ بیروت) (مجھے امید ہے اس میں کوئی جرح نہیں) اور ابن نمیر کاھو اکبر من ہولاء کلھم، فاکتب عنہ۔ کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حماني کہلائے جاتے ہیں کمافی تقریب۔

لطیفہ: ۷: روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروندان سالم عن

ثالثاً: ملا جی! تم نے تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی، ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں، صحیحین دیکھیے ان کے روایات میں کتنے متشیع (مثل ابان بن یزید العطار، یزید بن ابی ایسہ، عبدالرحمن بن غزوان وغیرہم) موجود ہیں اور ”لہ افراد“ والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت ”لہ اوہام بیہم، ربما وہم، یخطی، یخطی کثیرا، کثیر الخطا، کثیر الغلط“ وغیرہا والے ذکر آئے، رہا ضعیف اس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقات کی تحقیقات جلیلہ فقیر غفر لہ القدر کے رسالہ ”المہاد الکافی حکم الضعاف“ میں مطالعہ کیجیے۔ اور سر دست اپنی مبلغ علم ”تقریب“ ہی دیکھئے کہ ضعیف درجہ ثامنہ اور متروک اس کے دو پایہ نیچے درجہ عاشرہ میں ہے۔ خود بعض ضعف ارجال شیخین میں اگرچہ متابعت یا یوں بھی واقع جس سے ان کا نام متروک ہونا واضح۔

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبدالکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ (۶) محمد بن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبدالرحمن (۸) احمد (۹) ابی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔ عبدالکریم کے لیے مزنی نے تہذیب میں ”خت“ کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ ”خ“ سے مراد بخاری اور ”ت“ سے مراد تعلیق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً ہی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعتاً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح ”خ“ ہے ”خت“ نہیں) چنانچہ

ابیہ میں جھوٹ کو بھی گنجائش نہ ملی تو اسے یوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اولاً: شیخین کا نام کس منہ سے لیتے اور ان کی احادیث کو ارجح کہتے ہو؟ یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔

ثانیاً، ثالثاً، رابعاً: یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں۔ (حاجز البحرین، فتاویٰ رضویہ ۱۱۸/۵)

نسائی کے رجال پر مفصل کلام:

لطیفہ ۸: یارب! جہل جاہلین سے تیری پناہ، ملا جی تو رد احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے ذہنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راجح میں انھیں مکابروں کی دیواریں چنی ہیں۔ حدیث نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ لہذا انیام حیا سے تیج ادا نکالی اور احادیث صحاح میں تکمیل مضمون فریقاً تکذبون و فریقاً تقتلون کی یوں بنا ڈالی: ”حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے، دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک ”سلیمان بن ارقم“ کہ اس کی توثیق کسی نے نہیں کی، بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمان بن ارقم ضعیف، اور ایک ”خالد بن مخلد“ کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا لکھا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد۔

اقول اولاً: وہی ملا جی کی قدیمی سفاہت تشیع و رفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً: صحیحین سے وہی پرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص استاذ اور مسلم وغیرہ کا استاذ الاستاذ۔

نسائی وغیر ہم سب کے یہاں حدیث عمارۃ ”بطریق امام اعمش“ ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث والی معاویۃ وجریر کلہم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی ”بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ“ اس کے بعد سن چکے۔

پنجم نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے:

أخبرنا قتيبة ثنا سفيان نا الاعمش عن
عمارۃ الخ. (سنن النسائی، الجمع بین المغرب والعشاء)
ششم نسائی مناسک میں ہے:

أخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معاوية عن
الاعمش عن عمارۃ الخ (سنن
النسائی، ص: ۴۶، ج: ۲، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
ہفتم سنن ابی داود میں ہے:

حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن زياد و ابا عوانة
و ابا معاوية حدثوهم عن الاعمش عن عمارۃ.
(سنن ابی داود، ص: ۲۶۷، ج: ۱، الصلوٰۃ جمع)

ہشتم امام طحاوی حدثنا حسين بن نصر ثنا
قيصة بن عقبة والفریابی قالنا ثنا سفيان عن الاعمش
عن عمارۃ بن عمير الخ.

(شرح معانی الآثار، ص: ۱۱۳، ج: ۱، الجمع بین الصلاتین)
یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل
الفخر اجلہ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت
عدالت جلال آفتاب نیمروز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمان
ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملا جی
کی آنکھیں بند نہ کر دیتی تو آگے سو جھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمان
نہیں دو ورق لوٹے تو اسی تقریب میں تھا: سلیمان بن مهران الاعمش
ثقہ حافظ عارف بالقراءۃ ورع (سلیمان ابن مهران اعمش، ثقہ ہے
، حافظ ہے، قراءۃ کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔) جن حضرات کا جوش
تمیز اس حد تک پہنچا ہوا ان سے کیا کہا جائے کہ ان سلیمان سے راوی

حافظ نے پہلے تو عبد الکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں
ہے، پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلق کے طور
پر۔ (محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو ابن عدی
نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا
ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے
کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے۔ میں نے کہا
ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے
اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام
پر ”خ“ کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری
ہونے میں تردد ہے اس لیے ”خ“ کو ہم نے ”م“ کے بعد لگایا
ہے (”م“ سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فتح، عباد
اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی
روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی
معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا
ہے، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالیٰ اعلم)

رابعاً: یہ سب کلام ملا جی کی نبی بول عیبی احکام مان کر تھا،
حضرت کی اندرونی حالت دیکھتے تو پھر حسب عادت جو رواۃ حدیث
بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی
تبدیل کا رنگ لائے، سند میں تھا، ”عن شعبۃ عن سلیمان“ اب ملا جی
اپنی مبلغ علم ”تقریب“ کھول کر بیٹھے، رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی
نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو، لہذا وہاں بس نہ چلا،
سلیمان کو دیکھا تو پہلی بسم اللہ یہی ”سلیمان بن ارقم“، ضعیف نظر پڑا
حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود۔

ملا جی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا، یہ جبروتی حکم آپ نے کس
دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے؟ سچے ہو تو برہان لاؤ، ورنہ
اپنے کذب و عیب رجم بالغیب پر ایمان ”قل ہاتوا برہانکم ان
کنتم صدقین“ حق طلباں کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث
”اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ“ ہے بخاری مسلم ابوداؤد

ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانیوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے نسائی شریف سے پندرہ اسمعیل بن مسعود عن خالد کے طریق کا ثبوت دینے کے بعد فرماتے ہیں:

کیوں ملا جی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھکنا، وہ خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا، کہیں نہ اسمعیل ہوتا تو ملا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل دہلوی موجود، ملا جی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علم حدیث کی کھلی باتوں سے جاہلانہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق و تبلیغ باطل و تلبیس عامی و اغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را خدا و رسول سے حیا کیجیے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجیے، یہ منہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجیے، حدیث کے متون و شروح و اصول و رجال کی کتابیں سمجھ پڑھ لیجیے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ ہنسنے دو ہنسنے ہی گھر بے تے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرط صحت ایمان و حسن نیت۔ واللہ اللہ اللہ لقلب اجبت۔

☆ حاجز البحرین میں قسم دوم نصوص خصوص کے تحت حدیث نمبر ۳۴: ”ما جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الامرة“ کے متعلق رقم طراز ہیں:

اقول: اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے اور عبد اللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم

بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنھیں التزام کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے۔ جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ”منیر العین فی حکم تقبیل الالبھامین“ میں مذکور ہے اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً: حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا: خبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن شعبہ بے دھڑک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملا جی! پانچ بیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، ملا جی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں، ملا جی صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں، مگر جب سوید کہیں ”حدثنا عبد اللہ“ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں۔ محمد بن کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں ”عن محمد عن شعبہ“ تو ”غندر“ کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا، علیٰ ہذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنھیں ادنیٰ ادنیٰ خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ ملا جی! یہ خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خلیفہ تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں، اسمعیل بن مسعود کہ ان سے اور انھیں شعبہ سے اکثر روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انھوں نے حسب عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمایا

کہ اگر ابہام پایا بھی تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔ اور امام کحول ثقفہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعة سے ہیں۔

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے، خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔ فتح المغیث میں منقول کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”مشائخ البخاری“ میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علمائے بھی۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضرب نہیں ہے کیوں کہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ملخصاً حاجز البحرین فتاویٰ رضویہ ۲۹۱/۵)

راوی عتبہ بن غزو ان پر شاندار کلام:

رسالہ ”انہار الانوار من تم صلاة الاسرار“ میں اعلیٰ حضرت نے ایک حدیث نقل کی:

اذا ضل احدکم شیئاً و اراد عوناً و هو بارض لیسا بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعیوننی یا عباد اللہ اعیوننی یا عباد اللہ اعیوننی فان اللہ عباداً لا یراہم۔

اس حدیث کے ایک راوی عتبہ بن غزو ان کے بارے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ راوی مجہول الحال ہے جیسا کہ تقریب میں یہ لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اقول: مگر بھرا اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزو ان رقاشی کہ طبقہ

سے اور سلیمان بن ابی یحییٰ لا باس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے) ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبد العزیز بن ابی سلیمان مدنی ہذنی مقبول ہیں کما فی التقریب۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: سلیمان بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ابو ہریرة و ابن عمر، و عنہ ابن عجلان و داود بن قیس و ابو مودود و عبد العزیز بن ابی سلیمان، قال ابو حاتم: ما بحديثه باس، و ذکرہ ابن حبان فی الثقات، روی لہ ابو داود حدیثاً واحداً فی الجمع بین المغرب والعشاء۔

ثم اقول: بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلنظلم یر ابن عمر جمع بینہما قط الا تلک اللیلۃ (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے) مروی ہونا کچھ مضرب نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر ﷺ روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً مروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مہمل اور وہ بھی بیضیہ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے۔ (حاجز البحرین فتاویٰ رضویہ ۲۹۰/۵)

حدیث نمبر ۳۵ کے رجال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجیت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق حقیر رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں۔ علاء کا اختلاط ہمارے نزدیک مضرب نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط کے بعد لی گئی ہے۔ کیوں کہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدر کی کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے۔ مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں بتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا

اس پر امام احمد رضا قدس سرہ اپنا فیصلہ سناتے ہوئے جو کچھ لکھا اس کا مفہوم یہ ہے:

أقول: یہ سند ہمارے قاعدہ کے مطابق جید ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمہارے خلاف نہیں ہے یہ اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جب کہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے۔ ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحاق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اہ اور سفیان نے کہا کہ اشعث، مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے، اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند ترین ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں اور ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسلمیل بن مسلم سے، اور امام احمد اور عجمی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے، اور ابن دورق نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے، اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے، ابن شاپین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا، اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا، اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنے والا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے۔ ذہبی نے محمد بن حفصہ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اسی لیے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی لیس قوی کہا اور کبھی ضعیف کہا۔ اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں رہے۔ خلاصہ یہ کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعاً نہ ہوئی لہذا اس کی حدیث حسن ہے تو بے شک لازمی طور پر یعنی کا اس

ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزو ان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ کے صحابی جلیل القدر مجاہد غزوہ بدر ہیں، جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز نمین ان کے پیش نظر ہے شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی؟ رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبہ بن غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نبی اللہ ﷺ، یا جس تقریر کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی؟ عتبہ بن غزو ان بن جابر المزنی صحابی جلیل مهاجر بدری مات سنة سبع عشرة أہ ملخصاً۔ پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزور زبان و زور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لا ڈالیے اور شمس عدالت و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالے لیکن صدق نبینا ﷺ اذا لم تستحي فاصنع ما شئت مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر دعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

(انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار)

☆ "المحجة المؤتمة فی اية الممتحنة" میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک حدیث ذکر فرمائی کہ مسجد میں ذمی کتابی کا داخلہ جائز ہے۔

اس حدیث کی سند کو امام بدر الدین یعنی رحمۃ اللہ علیہ نے جید فرمایا حالانکہ تقریب التہذیب میں اس حدیث کے ایک راوی "اشعث بن سوار" پر ضعیف ہونے کا قول کیا گیا ہے۔

کہا متروک ہے۔ حتیٰ کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”یکذب“
جھوٹ بولتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کرنے
کے بعد فرمایا:

”عثمان بن عبد الرحمن هو الموقاصی بیروى عن
الثقات الاشياء الموضوعات لا يجوز الاحتجاج به“
عثمان بن عبد الرحمن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں
روایت کر دیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

راوی ”درج“ پر کلام:

☆ فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت نے ایک نجدی مولوی کی
تحریر نقل کی جس میں اس مولوی نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کو ثابث
کیا ہے اس کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے گئے ان میں ایک
حدیث ”وعزتی و جلالی و ارتفاع مکانی“ (مشکوٰۃ المصابیح
، باب الاستغفار والتوبہ، الفصل الثانی، ص: ۲۰۴) بھی تھی اعلیٰ حضرت
نے اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وہ درج سے راوی ہیں اور درج ابو الہیثم سے، میزان
الاعتدال میں درج کی توثیق صرف یحییٰ سے نقل کی۔ اور
امام احمد نے ان کی تضعیف فرمائی اور ان کی حدیثوں کو منکر
کہا۔ امام فضلک رازی نے کہا: وہ ثقہ نہیں۔ امام نسائی نے
فرمایا: منکر الحدیث ہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا ضعیف ہیں
۔ ابن عدی نے ان کی حدیثیں روایت کر کے کہہ دیا: اور حفا
ظ ان کی موافقت نہیں کرتے۔ امام دارقطنی نے کہا: ضعیف
ہیں اور ایک بار فرمایا: متروک ہیں۔،

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ص: ۱۶۶، ج: ۲۹)

اذان خطبہ کی روایت کے رجال سند:

☆ بعض حضرات نے ایک اثر کی بنیاد پر یہ قول کیا کہ جمعہ کی
اذان مسجد کے اندر دی جاتی تھی خارج مسجد نہیں۔ اس اثر کو جو بیبر
راوی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے: عن الضحاک عن برد

کی سند کو جید کہنا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک اور سند پر کلام:

☆ حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ سے ایک سوال
ہوا کہ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا تو زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا
نہیں اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ زوجہ زید اس پر حرام
ہوگئی جبکہ اس کے خلاف غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ زید پر اس کی
بیوی حرام نہیں ہوئی، اور اپنے اس موقف میں ایک حدیث شریف
پیش کی وہ حدیث شریف یہ ہے: ”لا یحرم الحرام الحلال“
یعنی حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۷، ص: ۱۶۹، دار صادر، بیروت)

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس حدیث کا علمی اور فنی جائزہ
لیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہو سکے جبکہ یہ سخت ضعیف و
ساقط و ناقابل احتجاج ہے، بہت ہی بائکہ انتصار شافعیہ میں اہتمام
شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے روایت کر کے تضعیف کر دی کمافی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

(التیسیر شرح جامع الصغیر، ج: ۲، ص: ۵۰۴، حرف لا)

مزید آگے فرماتے ہیں:

دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المؤمنین خود قائل حرمت، اگر اس
باب میں خود ارشاد قدس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سنے ہوتے تو خلا
ف کے کیا معنی تھے لا جرم امام احمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد قدس سید
عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ اثر ام المؤمنین، بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کہا
فی الفتح۔

روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں عثمان بن عبد
الرحمن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل عمرو بن
سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: ”تسکوہ“۔ محدثین اسے
متروک کر دیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: ”لیس بشی“ یعنی کوئی چیز
نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت تضعیف فرمائی۔ نسائی و دارقطنی نے

ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں: کچھ نہیں ضعیف ہے۔ ابن المدینی فرماتے ہیں: بے حد ضعیف ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے ان لوگوں میں شمار کیا جن سے روایت نہ کی جائے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: وہ ضعیف پر ہیں۔ ابن عدی فرماتے ہیں: ان کی حدیثوں اور روایتوں پر ضعف غالب ہے۔ حاکم ابواحمد نے فرمایا: ان کی حدیثیں ضائع ہیں۔ حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا: میں ان کی حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت ظاہر کرتا ہوں۔ ابن حبان فرماتے ہیں: ضحاک سے الٹی پلٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ لالی میں فرمایا: ہلاک کرنے والے، بربا د کرنے والے سخت متروک ہیں۔ اسی کے حاشیہ میں لسان المزین ان سے منقول ہے: محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔ تقریب میں ہے: بے حد ضعیف ہیں۔ احمد بن سيار نے فرمایا: تفسیر میں ان کا حال ٹھیک ہے اور روایت میں کمزور ہیں۔ یحییٰ ابن سعید نے فرمایا: حدیث میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جاتا، روایت نہیں کی جاتی، تفسیر لکھی جاتی ہے۔ اتقان میں ان کے ذکر کے بعد فرمایا: ضحاک کی روایت ابن اسحاق سے منقطع ہے اور ضحاک سے جو بیروا بیت کریں تو اور شدید ہے اور یہ متروک ہے۔

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ جدید، ص: ۲۶۲، ج: ۲۸)

راوی علاء بن یزید پر امام کا کلام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ مزنی کی نماز جنازہ تبوک میں پڑھی جبکہ ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ طبقات ابن سعد میں یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے اور دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے مذکورہ دونوں راویوں پر شدید جرح فرمائی ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ جس بنا پر یہ حدیث ضعیف ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ علاء بن یزید پر کیے گئے جرح بصورت اقوال ائمہ جرح و تعدیل یوں پیش فرماتے ہیں:

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام

بن سنان عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر مؤذنین ان یؤذنا لئلا یخرجنا من المسجد حتی یسمع الناس وامر ان یؤذن بین یدیه کما کان فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلمہ وابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم قال عمر نحن ابتدعناہ لکثرة المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذنین کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کے لیے خارج مسجد اذان دیں تاکہ لوگ سن لیں، اور یہ حکم دیا کہ آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے اذان دی جائے جیسا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نئی اذان شروع کی۔

اس اثر سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اذان میں بین ید یہ خارج مسجد نہیں تھی۔ مزید یہ کہا کہ حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی اسی طرح مسجد کے اندر ہی اذان ہوتی تھی۔ اس اثر کا جواب وقت کے امام نے جو دیا اسے پڑھئے اور معلومات میں اضافہ کیجئے۔ علل کی کتابوں سے آپ نے جو بیرواوی کے ضعف کو پندرہ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال سے ثابت فرمایا: آپ نے جو کچھ لکھا اس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

ترجمہ: ان ظالموں کو تو دیکھو کہ حضرت ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث کو تو رد کرتے ہیں بلکہ حدیث کے راوی محمد بن اسحاق پر جرح کرتے ہیں جن کی توثیق پر عام ائمہ حدیث و فقہ متفق ہیں۔ اور جو بیرواوی کے اثر سے استدلال کرتے ہیں حلا نکہ جو بیرواوی ابن اسحاق میں رات اور صبح صادق کا فرق ہے، نہ تو تہذیب الکمال میں جو بیرواوی کسی ائمہ تعدیل سے مروی، نہ تہذیب التہذیب نہ تہذیب التہذیب میں، نہ میزان الاعتدال میں، نہ لالی المصنوعہ، نہ علل المتناہیہ نہ خلاصہ التہذیب مع الزیادات میں، ہے تو صرف جرح ہے، چنانچہ نسائی و علی بن جنید اور دارقطنی فرماتے ہیں: متروک

محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی و ابو حاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم و دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاد امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسی کی گھڑھی ہوئی ہے، اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔ (میزان الاعتدال، ص: ۹۹، ج: ۳، دارالمعرفة بیروت) ابو الولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا۔ عقیلی نے کہا: ”العلاء بن یزید ثقفی لا يتابعه احد على هذا الحديث الا من هو مثله او دونه“ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر۔ (العلل المتناہیہ، ص: ۲۹۹)

اس پر امام احمد رضا حاشیہ میں فرماتے ہیں: اقول: عجیباً منہ سرد الجرح ولم يات في التعديل الا بقول أبي زرعة ضد ان وقول ماتن لا باس به وترك ما هو اعلى من ذلك وهو قول خوت وثقته قال الترمذی فی ابواب الاستيذان قال محمد يعنى البخارى عبید الله بن زحر ثقة اه وقد حسن له الترمذی غير ما حدیث. (حاشیہ میزان الاعتدال، ص: ۶، مخطوط) یعنی تعجب ہے کہ جرح کو تفصیل سے بیان کیا اور تعدیل میں بس ایک ابو زرعة رازی کا قول ذکر کیا حالانکہ ماتن نے لا باس بہ کہا تھا، اور اس سے اعلیٰ امر ترک کر دیا اور وہ امام بخاری اور امام ترمذی کا قول ہے، امام ترمذی نے ابواب الاستيذان میں کہا کہ امام بخاری نے عبید اللہ بن زحر کو ثقہ قرار دیا ہے، اور امام ترمذی نے ان کی متعدد حدیثوں کو حسن قرار دیا ہے۔

مثال ۲: امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ۶۳۳۰ نمبر کے راوی عمرو بن اوس کے متعلق لکھتے ہیں: ”عمرو بن اوس یجهل حاله“۔

اس پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: قلت واما عمرو بن اوس بن ابي اوس الثقفي الطائفي فتابعي كبير من الثانية من رجال الستة كما في التقریب (حاشیہ میزان الاعتدال مخطوط، ص: ۷) یعنی عمرو بن اوس کے متعلق امام ذہبی نے مجہول

ابو عمرو بن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارہ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ص: ۳۵۷، ج: ۹)

فن اسماء الرجال کی کتابوں پر آپ کے حواشی:

آپ نے اسماء الرجال کی درج ذیل کتابوں پر اپنے حواشی لکھے ہیں:

- (۱) حاشیہ تقریب التہذیب (۲) حاشیہ تہذیب التہذیب
- (۳) حاشیہ الاسماء والصفات (۴) حاشیہ الاصابة فی معرفة الصحابة
- (۵) حاشیہ تذكرة الحفاظ (۶) حاشیہ میزان الاعتدال (۷) حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال (۸) حاشیہ خلاصۃ الوفا (۹) حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ (۱۰) حاشیہ ترتیب طبقات (۱۱) حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال للمدراسی۔

کتب رجال پر حواشی سے چند مثالیں:

اب تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن اسماء الرجال میں مہارت پر وہ تحقیقات و تدقیقات پیش ہوئے جو فتاویٰ رضویہ اور دیگر رسائل میں ضمناً مذکور ہیں۔ اب چند مثالیں اور پیش کی جا رہی ہیں جو کتب

انه حسن الحديث كما بينته في رسالتي المحجة الموتمة في آية الممتحنة وقد حكم الامام العيني في عمدة القاري على حديث رواه اشعث انه سند جيد. (حاشية ترتيب الطبقات، مخطوطه، ص: ٤) بلکہ درست یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے، جیسا کہ میں نے اسے اپنے رسالہ الحجۃ الموتمة فی آیۃ الممتحنۃ میں بیان کر دیا ہے، امام عینی نے عمدة القاری میں اشعث کی روایت کردہ حدیث پر سند جید کا حکم لگایا ہے۔

مثال: ٦- قوله بابر اہیم بن عمر: له رواية عند أبي داود والترمذی قال فی التقريب مستور وفي ميزان الاعتدال ضعفه الدار قطنی وقال ابن حبان لا يحل به الاحتجاج بحال وفي موضع آخر منه قال ابن عدی لا يتابعه عليها الثقات ارجوا انه لا باس به والله اعلم (حاشية كتاب العلل المتناهيہ مخطوطه، ص: ٣)

ترجمہ: ابراہیم بن عمر کی روایت ابو داود اور امام ترمذی کے نزدیک مسلم ہے، ابراہیم بن عمر کو تقریب میں مستور کہا اور میزان میں دارقطنی نے ضعیف قرار دیا اور ابن حبان نے کہا کہ کسی بھی حال میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا ثقہ راوی اس کی متابعت نہیں کرتے، میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مثال: ٧- قوله صالح صدوق كثير الغلط ثبت في كتابه وكانت فيه غفلة كذا في التقريب والصحيح ان البخاري اخرج له في الصحيح الا انه يدللس فيقول حدثت عبد الله ولا ينسبه قال الذهبي في الميزان۔ (حاشية كتاب العلل المتناهيہ مخطوطه، ص: ٨)

ترجمہ: صالح صدوق ہے، کثیر الغلط ہے، ثبت ہے۔ اس میں غفلت ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، مگر یہ کہ یہ تدلیس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ سے حدیث روایت کی لیکن اس کی طرف منسوب

الحال قرار دیا اس پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رہے عمرو بن اوس بن ابی اوس ثقفی طاہی تو وہ بزرگ تابعی ہیں، دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، صحاح ستہ کے رجال سے ہیں۔

مثال: ٣: امام ذہبی میزان الاعتدال میں ٣٢٢ نمبر پر محمد بن جعفر غندر کی سن وفات ١٩٣ھ لکھتے ہیں جس پر اعلیٰ حضرت نے ١٩٣ کے بجائے ٢٩٣ھ فرمایا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

قوله: مات سنة ثلث وتسعين ومائة من ابناء السبعين. اقول الذي يظهر من مطالعة التقريب ان موته سنة ثلث او اربع وتسعين ومائتين لانه قال (من التاسعة) مات سنة ثلث اور اربع وتسعين، وقد قدم في الديباجة انه ان كان من التاسعة الى آخر الطبقات فهو بعد المائتين. والله تعالى اعلم. (حاشية ميزان الاعتدال، مخطوطه، ص: ١٢)

یعنی تقریب کے مطالعہ سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ ان کی وفات ٢٩٣ یا ٢٩٤ھ میں ہوئی، اس لیے کہ تقریب میں یوں کہا کہ ان کی وفات ٩٣ یا ٩٤ میں ہوئی اور دبیچہ میں کہا کہ نویں سے آخر طبقات تک کے رجال دوسری صدی کے بعد کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مثال: ٤: حاشیہ ترتیب الطبقات میں ابراہیم بن یزید کے بارے میں فرماتے ہیں: قال احمد والنسائی: متروک وقال ابن معین: "ليس بنقفة وقال البخاري: سكتوا عنه وقال ابن عدی يكتب حديثه"۔ (حاشیہ ترتیب الطبقات، مخطوطه، ص: ٥) احمد اور نسائی نے فرمایا کہ ابراہیم بن یزید متروک ہے، ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے، امام بخاری نے کہا کہ محدثین نے اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، ابن عدی نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

مثال: ٥: اشعث بن سوار کندی کو ترتیب الطبقات میں لکھا کہ انه ضعيف۔ اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ لکھتے ہیں: بل الصواب

مثال: ۱۰۔ وقال ابن معين بصرى ضعفه ابن معين نہیں کرتا میزان میں امام ذہبی نے کہا۔

مثال: ۸۔ قوله وعطاء، هو من رجال البخارى ووثقه غيره وذكره ابن حبان فى الثقات. وقيل انه اقول به جزم الذهبى فى الميزان والمنذرى فى الترغيب وسياتسى عن المصنف اخر الترجمة۔ (حاشیہ تہذیب الہذیب، مخطوطہ، ص ۲۱) ترجمہ: ابن معین بصری کو ابن معین نے ضعیف کہا اور اس کے علاوہ نے ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی پر ذہبی نے میزان میں اور منذری نے الترغیب میں جزم کیا ہے۔

ترجمہ: عطا امام بخاری اور سنن اربعہ کے رجال سے ہے۔ صدوق ہے، اس سے اختلاط واقع ہوا ہے، احمد نے کہا ثقہ ہے ثقہ ہے صالح مرد ہے، جس نے اس سے پہلے کی حدیث سنی وہ صحیح ہے اور جس نے بعد کی حدیث سنی وہ قلیل الروایہ ہے۔ اور کہا اپنی حدیث میں ثقہ ہے البتہ متغیر ہو گیا تھا۔

مثال: ۹۔ قوله يحيى حميد بن الربيع وقد تكلم فيه النسائى فقال ليس بشى ولكن كان احمد بن حنبل حسن الرأى فيه وكان الدار قطنى يحسن القول فيه وقال احمد بن عثمان بن ابى شيبة انى اعلم الناس بحميد بن الربيع هو ثقة ولكنه شره يدللس وقال الدار قطنى تكلموا فيه بلا حجة اقول فقد ثبت ان الحديث حسن ان شاء الله. قوله كان كذابا اقول والظاهر انه لم يكذب فى الحديث كما حقق۔ (حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ مخطوطہ، ص: ۱۰)

ترجمہ: یحییٰ حمید بن ربیع کے بارے میں امام نسائی نے کلام کیا اور کہا کہ قلیل الروایہ ہے اور احمد بن حنبل اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور دارقطنی اس کے متعلق اچھی بات کہتے تھے، احمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ میں لوگوں میں حمید بن ربیع کو جانتا ہوں وہ ثقہ ہے لیکن فتیح تدلیس کرتا ہے۔ اور دارقطنی نے کہا کہ اس کے بارے میں لوگوں کا بلاجیہ کلام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث حسن ہے۔ اور اس کا قول کہ وہ جھوٹ بولتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث میں جھوٹے نہیں ہیں جیسا کہ یہ ثابت ہو گیا ہے۔

مثال: ۱۰۔ وقال ابن معين بصرى ضعفه ابن معين نہیں کرتا میزان میں امام ذہبی نے کہا۔

مثال: ۸۔ قوله وعطاء، هو من رجال البخارى ووثقه غيره وذكره ابن حبان فى الثقات. وقيل انه اقول به جزم الذهبى فى الميزان والمنذرى فى الترغيب وسياتسى عن المصنف اخر الترجمة۔ (حاشیہ تہذیب الہذیب، مخطوطہ، ص ۲۱) ترجمہ: ابن معین بصری کو ابن معین نے ضعیف کہا اور اس کے علاوہ نے ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی پر ذہبی نے میزان میں اور منذری نے الترغیب میں جزم کیا ہے۔